قادیانیت بے نقاب

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

تاریخی مقدمہ کا فیصلہ

جی۔ڈی کھوسلا سیشن جج، گورداسپور

۶/جون ۱۹۳۵ء

Published By:
KHATME NUBUWWAT ACADEMY
387 KATHERINE ROAD. FOREST GATE.
LONDON E7 8LT. UNITED KINGDOM
Phone : 020 8471 4434
Mobile: 0798 486 4668, 0795 803 3404
Email : khatmenubuwwat@hotmail.com
Website: www.khatmenubuwwat.org

قادیانیت بے نقاب

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

تاریخی مقدمہ کا فیصلہ

جی۔ڈی کھوسلا سیشن جج، گورداسپور

۶/جون ۱۹۳۵ء

مجلس احرار کے زیر اہتمام ۲۱/اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں ’’تبلیغ کانفرنس‘‘ منعقد ہوئی تھی جس میں حاضرین کی تعداد ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک لاکھ بنائی گئی تھی۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے عشاء کی نماز کے بعد تقریر شروع کی۔شاہ صاحب کی زبان سے علم وعرفان کے چشمے اُبل رہے تھے اور ایک لاکھ کا مجمع ہمہ تن گوش ہوکر بیٹھا سن رہا تھا اور یہ تقریر صبح کی اذان تک جاری رہی۔الغرض قادیان میں احرار کانفرنس بڑی شان سے ہوئی اور مرزائی ایوان تقدس واستحکام میں دراڑ پڑ گئی۔قادیانی سراسیمہ ہوکر انگریز کے دربار میں گئے اور آہ وفغان کرتے ہوئے التجا کی کہ ’’بخاریؒ پر مقدمہ چلا کر جیل بھیج دیا جائے۔یہ داستان فریاد چودھری افضل حقؒ کی زبانی سنئے اور حظ اُٹھایئے۔چودھری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

’’کانفرنس کی کامیابی نے دوست دشمن کو حیران کردیا۔مرزائی تو جل گئے اور جلدی جلدی حکام کے پاس پہنچے کہ ’’لو سرکار! بخاری نے دل کا بخار نکالا‘‘۔بڑے مرزا کی توہین کی؟ چھوٹے مرزا کے الگ بخئیے اُدھیڑے؟ اگر آپ نے مدد نہ کی تو کب کام آؤ گے‘‘؟ سرکار نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، بخاری صاحب کو گرفتار کر کے عدالت میں لا کھڑا کیا۔خدا کی حکمت گناہگاروں کی عقل پر مسکراتی ہے مرزائی تو احرار کو مرعوب کرنے کے لئے عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب پر مقدمہ چلا رہے تھے؟ لیکن قدرت مرزائیت کے ڈھول کا پول کھولنے کے لئے بیتاب تھی! خدا کی مہربانی سے مرزائیت کے خلاف وہ ثبوت بہم پہنچے کہ کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ہم ایسے ثبوت مہیا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں؟ ہم نے اُس مقدمہ میں مرزائیت کے مذہب واعتقاد پر بحث نہیں کی بلکہ مرزائیت کے اعمال کو پیش کیا جس سے ابتدائی عدالت بھی متاثر ہوئی اگرچہ اُس نے سید عطاء اللہ شاہ کو چھ (۶) ماہ کی سزا دے دی؟ تاہم سننے والی پبلک پر گہرا اثر پڑا۔سب کو یقین تھا کہ شہادت صفائی ایسی مضبوط ہے کہ یہ سزا بحال نہیں رہ سکتی! لیکن مرزائی ہیں کہ شاہ صاحب کی سزایابی پر پھولے نہ سماتے تھے۔اُن کے گھروں میں گھی کے چراغ جلائے گئے لیکن سیشن جج کھوسلا نے مرزائیوں کی خوشیوں کو اپنے فیصلۂ اپیل میں ماتم سے بدل دیا‘‘۔ (تاریخ احرار، ص ۱۸۴، طبع ثانی)

دراصل ابتدائی عدالت میں ایک گھٹیا سا مجسٹریٹ تھا جو انگریزی ایماء کے بغیر کوئی فیصلہ دینے کا اہل بھی نہ تھا۔چودھری صاحب مزید لکھتے ہیں:

’’لیکن کھوسلا نے وہ تاریخی فیصلہ لکھا جس سے اُسے شہرت دوام حاصل ہوگئی اس فیصلہ کا ہر حرف مرزائیت کی رگ جان کے لئے نشتر ہے اس فیصلہ میں مسٹر کھوسلا نے چند سطروں میں مرزائیت کی ساری اخلاقی تاریخ لکھ دی اس کے فیصلہ کا ہر لفظ دریائے معانی ہے اس کی ہر سطر ’’مرزائیت کی سیہ کاریوں اور ریاء کاریوں کی پوری تفسیر ہے‘‘۔مسٹر کھوسلا کے قلم کی سیاہی مرزائیت کے لئے قدرت کا انتقام بن کر کاغذ پر پھیلی اور مرزائیت کے چہرے پر نہ مٹنے والے داغ چھوڑ گئی‘‘۔ (تاریخ احرار، ص ۱۸۴، ۱۸۵)

توضیح:

اس مقدمہ کی پیروی کے لئے جالندھر کے محمد شریف نامی ایڈوکیٹ احرار نے بلائے تھے (یہ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہائی کورٹ کے جج بھی رہے تھیں۔اب وفات پا چکے ہیں) اور مرزائیوں کی طرف سے سر ظفر اللہ خان جو اُس وقت کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز تھے۔سرکاری وکیل کی امداد کر رہے تھے اور

ہم لوگ یہ تمام کارروائی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے تھے۔ دوران بحث سر ظفر اللہ خان کو بیجا مداخلت کی وجہ سے کئی بار خفت اُٹھانی پڑی تھی خصوصاً مرزا محمود جو خصوصیت سے بلائے گئے تھے، ان کے خلاف جرح میں چودھری ظفر اللہ بے جا مداخلت کرتے تھے اور چودھری محمد شریف کی جھڑکی کی وجہ سے خفت اُٹھاتے رہے۔

مرزا محمود کے قادیان سے گورداسپور شہادت کے لئے آنے کے لئے اُنہوں نے محکمۂ ریلوے سے کہ کر اسپیشل گاڑی کا انتظام کیا تھا۔ اسپیشل گاڑی ہو یا ڈبا سواریوں کی تعداد معین ہوتی ہے لیکن مرزائیوں نے اسپیشل کا لفظ سن کر گاڑی کو ''دادا کی ملکیت'' سمجھ لیا تھا۔ بے تحاشا بغیر معین تعداد کے اس میں سوار ہو گئے تھے۔ محکمۂ ریلوے نے گورداسپور ریلوے اسٹیشن پر سب کو گرفتار کر لیا اور اس گرفتاری کا نظارہ مرزا محمود اپنی آنکھوں سے کر رہے تھے اور مارے شرم کے گڑے جاتے تھے آخر کرایہ مع جرمانہ ادا کر کے اُنہوں نے خلاصی حاصل کی تھی۔ اس سلسلہ میں مزید تفصیلات چودھری افضل حق کی زبان سے سنئے:

''ہر چند اُنہوں نے ہائی کورٹ میں ''سر تیج بہادر سپرو'' جیسے مقنن کی معرفت چارہ جوئی کی تا کہ مسٹر کھوسلا کے فیصلہ کا داغ دھل جائے؟ مگر اُنہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مرزائی آج تک یہی سمجھتے تھے کہ قدرت ظلم ناروا کا انتقام لینے سے قاصر ہے؟ مگر اس فیصلہ نے ثابت کر دیا کہ خدا کے حضور میں دیر ہے؟ اندھیر نہیں!''۔ (تاریخ احرار، ص ۱۵۸)

یاد رہے کہ ہائی کورٹ میں مرزائیوں نے سر تیج بہادر سپرو...... کو الہ آباد سے بلایا تھا۔ موصوف کی قانونی قابلیت اور انگریزی زبان میں فصاحت و بلاغت کا بڑا شہرہ ہو رہا تھا اور ویسے سیاسی طور پر ان کی بڑی اہم پوزیشن تھی۔ سرکار انگریزی میں وہ ''بے پارٹی لیڈر'' مانے جاتے تھے اور بعض اوقات گاندھی۔ وائسرائے اختلاف میں سر تیج بہادر سپرو ثالثی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کانگریس کو بھی موصوف پر اعتماد تھا اور انگریز بھی اُن پر بھروسا کرتا تھا۔

اس مقدمۂ اپیل میں ''گولڈ سٹریم'' نامی ایک انگریز ہائی کورٹ کے جج تھے۔ گولڈ سٹریم کی عدالت میں سر تیج بہادر سپرو نے کئی گھنٹے تک فصیح انگریزی میں مرزائیوں کی صفائی میں تقریر کی تھی کورٹ کا کمرہ تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا...... اور راقم الحروف بھی احرار دوستوں کی معیت میں ہائی کورٹ کے کمرے کے اندر اخیر تک موجود رہا۔ مگر ''ڈھاک کے وہی تین پات'' معمولی ردو بدل سے مرزائیوں کی اشک شوئی ہوئی اور اصل بنیاد بحالہٖ قائم و دائم رہی کیونکہ مثل مرزائی مظالم کی داستانوں سے بھری پڑی تھی اس میں سر تیج بہادر کیا کر سکتا تھا اور جج گولڈ سٹریم مثل کو کیسے چاٹ سکتا تھا؟ چودھری افضل حق مزید تحریر فرماتے ہیں:

''اس فیصلہ کو تاریخ احرار میں خاص اہمیت حاصل رہے گی۔ دراصل یہ فیصلہ مرزائیت کی موت ثابت ہوا۔ جس غیر جانبدار نے اس کو پڑھا وہ مرزائیت کے نقش و نگار کو دیکھ کر اُس سے نفرت کرنے لگا۔ علامہ سر ''محمد اقبال'' اور مرزا سر ظفر علی کے بیانات نے بھی تعلیم یافتہ طبقہ کے رجحان و خیال کو بدل دیا۔ پروفیسر ''محمد الیاس'' برنی نے ''قادیانی مذہب'' نامی جامع مانع کتاب لکھ کر مرزائیت کے مقابلہ میں اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی لیکن سچ ہے کہ مسٹر کھوسلا نے جو مرزائیت کے قلعہ پر بم مارا اُس نے کفر کے اس قلعہ کی بنیادیں ہلا دیں اور ان ''قلعہ بندیوں'' کو مسمار کرنے میں آسانی ہو گئی۔ جہاں چار مرزائی بیٹھے ہوں اُن میں کھوسلا کا فیصلہ پھینک دو۔ یہ بم پھینکنے کے برابر ہو گا۔ وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ جائیں گے''۔ (تاریخ احرار، ص ۱۸۵)

مسٹر کھوسلا کے فیصلہ کا پورا متن:

مسٹر کھوسلا کا فیصلہ انگریزی زبان میں لکھا گیا تھا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ فیصلہ کا پورا متن اُردو میں ہدیۂ ناظرین کریں، تا کہ معلوم ہو کہ ایک غیر جانبدار سیشن جج کیا کچھ لکھنے پر مجبور ہوا؟ اور وہ کیا حقائق تھے جنہیں وہ جج کی حیثیت سے نظر انداز نہ کر سکتا تھا اگر وہ ایسا کرتا تو اہل دانش کے نزدیک اس کے وقار کو شدید دھچکا لگتا، وہ مرزائیوں کی خاطر ایسا دھچکا برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہوا اور حقائق و واقعات کو نوک قلم پر لے آیا۔ بہر حال اُس نے جس نیت سے بھی ان حقائق کو آشکارا کیا ہم اس کے ممنون ہیں۔ چودھری صاحب مرحوم نے اس انگیزی فیصلہ کا اُردو میں خود ترجمہ کر کے اس کی وسیع اشاعت کی تھی! مسٹر جج اپنے

فیصلہ کی یوں ابتداء کرتے ہیں:

''مُرافعہ گزار سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو تعزیرات ہند کی دفعہ نمبر ۱۵۲ الف کے تحت مجرم قرار دیتے ہوئے اُس تقریر کی پاداش میں جو اُنہوں نے ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو تبلیغ کانفرنس کادیان کے موقع پر کی چھے ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی''۔

مرزا اور مرزائیت:

مرافعہ گزار کے خلاف جو الزام عائد کیا گیا ہے اس پر غور وحوض کرنے سے قبل چند ایسے واقعات بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کا تعلق اُمور زیر بحث سے ہے۔ آج سے تقریباً پچاس سال قبل قادیان کے ایک باشندہ مسمّی ''غلام احمد'' نے دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا کیا ''میں مسیح موعودؑ'' ہوں۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اس نے ''اُسقف اعظم'' (لاٹ پادری) کی حیثیت اختیار کرلی اور ایک نئے فرقہ کی بناڈالی جس کے ارکان اگرچہ مسلمان ہونے کے مدعی تھے لیکن اس کے بعض عقائد واُصول عام عقائد اسلامی سے بالکل متبائن تھے۔ اس فرقہ میں شامل ہونے والے ''قادیانی'' یا ''مرزائی'' یا ''احمدی'' کہلاتے ہیں اور اُن کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ یہ لوگ ''فرقہ مرزائیہ'' کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

قادیانیت کی تاریخ:

بہ تدریج یہ تحریک ترقی کرنے لگی اور اس کے مقلدین کی تعداد چند ہزار تک پہنچ گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے مخالفت ہونی ضروری تھی چنانچہ مسلمانوں کی اکثریت نے مرزا کے دعاویٔ بلند بانگ خصوصاً اُس کے ''دعاوی تفوق دینی'' پر بہت ناک منہ چڑھایا اور مرزا نے اُن لوگوں پر ''کفر'' کا الزام لگایا۔ اُس کے جواب میں اُن لوگوں نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا مگر ''قادیانی حصار'' میں رہنے والے اس بیرونی تنقید سے کچھ بھی متاثر نہ ہوئے اور اپنے ''مستقر'' یعنی ''کادیان'' میں مزے سے ڈٹے رہے''۔

قادیانیوں کی شورہ پشتی اور تمرّد:

''قادیانی مقابلۃً'' محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں تمرد آمیز غرور پیدا کردیا۔ اُنہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ انہیں ''مقاطعہ'' (بائیکاٹ) ''قادیان سے اخراج'' اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کردی۔ بلکہ بسا اوقات اُنہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں ''رضا کاروں کا ایک دستہ'' والنٹیئر کور'' مرتب ہوا اور اُس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں ''لِمَنِ الْمُلْک'' کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے اُنہوں نے ''عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ''دیوانی و فوجداری مقدمات'' کی سماعت کی۔ دیوانی مقدمات میں ''ڈگریاں'' صادر کیں اور اُن کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا۔ یہ قصہ یہیں نہیں ختم ہوتا جبکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے طور پر الزام لگا گیا ہے کہ ''اُنہوں نے مکانوں کو تباہ کیا۔ جلایا اور قتل کے مرتکب ہوئے'' اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو ''احرار کے تخیل'' ہی کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے؟ میں ایسی چند مثالیں بیان کردینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مثل میں درج ہیں۔

سزائے اخراج:

کم از کم دو اشخاص کو قادیان سے اخراج کی سزا دی گئی اس لئے کہ اُن کے عقائد، مرزا کے عقائد سے متفاوت تھے وہ اشخاص ''حبیب الرحمٰن'' گواہ صفائی نمبر ۲۸ اور مسمّی ''اسمٰعیل'' ہیں۔ مثل میں ایک چٹھی ڈی۔ زیڈ (D-Z) نمبر ۱۳۳ موجود ہے جو موجودہ مرزا[1] کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور جس میں یہ حکم درج ہے کہ گواہ نمبر ۱۸ کو قادیان میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ مرزا البشیر الدین گواہ صفائی نمبر ۳۷ نے اس چٹھی کو تسلیم کرلیا ہے کئی اور گواہوں نے قادیانیوں کے تشدد

[1] مرزا محمود

ظلم کی عجیب وغریب داستانیں بیان کی ہیں ’’بھگت سنگھ‘‘ گواہ صفائی نے بیان کیا ہے کو قادیانیوں نے اُس پر حملہ کیا۔ایک شخص مسمی ’’غریب شاہ‘‘ کو قادیانیوں نے زدوکوب کیا لیکن جب اُس نے عدالت میں استغاثہ کرنا چاہا تو کوئی اُس کی شہادت دینے کے لئے سامنے نہ آیا۔قادیانی ججوں کے فیصلہ کردہ مقدمات کی مثلیں پیش کی گئی ہیں جو اس مثل میں شامل ہیں۔مرزا بشیرالدین محمود نے تسلیم کیا ہے کہ:’’قادیان میں عدالتی اختیارات استعمال ہوتے ہیں اور میری عدالت سب سے آخری عدالت اپیل ہے۔عدالت کی ڈگریوں کا اجراء عمل میں آتا ہے‘‘۔اور ایک واقعہ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ڈگری کے اجراء میں ایک مکان فروخت کردیا گیا۔’’اسٹامپ‘‘ کے کاغذ قادیانیوں نے خود بنا رکھے ہیں جو ان درخواستوں اور عرضیات پر لگائے جاتے ہیں جو قادیانی عدالتوں میں دائر ہوتی ہیں۔قادیانیوں میں ’’والنیٹر کور‘‘ کے موجود ہونے کی شہادت گواہ نمبر ۴۰ ’’مرزا شریف احمد‘‘ نے دی ہے۔

عبدالکریم کی مظلومی اور محمد حسین کا قتل:

سب سے سنگین معاملہ عبدالکریم (ایڈیٹر مباہلہ) کا ہے جس کی داستان ’’داستان درد ہے‘‘۔یہ شخص مرزا کے ’’مقلدین‘‘ میں شامل ہوا اور قادیان میں جا کر مقیم ہوگیا وہاں اُس کے دل میں مرزائیت کی صداقت کے متعلق شکوک پیدا ہوئے اور وہ مرزائیت سے تائب ہوگیا۔اُس کے بعد اُس پر ظلم وستم شروع ہوا اُس نے قادیانی معتقدات پر تبصرہ وتنقید کرنے کے لئے مباہلہ نامی اخبار جاری کیا۔ مرزا بشیرالدین محمود نے ایک تقریب میں جو دستاویز ڈی زیڈ (D.Z) ’’الفضل‘‘ مورخہ یکم / اپریل ۱۹۳۰ء میں درج ہے مباہلہ شائع کرنے والوں کی موت کی پیشین گوئی کی ہے اس تقریر میں اُن لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو مذہب کے لئے ارتکاب قتل پر بھی تیار ہوجاتے ہیں اس تقریر کے بعد جلد ہی عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ ہوا۔لیکن وہ بچ گیا ایک شخص محمد حسین جو اُس کا معاون تھا اور ایک فوجداری مقدمہ میں جو عبدالکریم کے خلاف چل رہا تھا اس کا ضامن بھی تھا۔اُس پر حملہ ہوا اور وہ قتل کردیا گیا۔قاتل پر مقدمہ چلا اور اُسے پھانسی کی سزا کا حکم ہوا۔

محمد حسین کے قاتل کا ’’رتبہ‘‘ مرزائیوں کی نظر میں:

پھانسی کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اُس کے بعد قاتل کی لاش قادیان میں لائی گئی اور اُسے نہایت عزت واحترام سے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔مرزائی اخبار ’’الفضل‘‘ میں قاتل کی مدح سرائی کی گئی۔قتل کو سراہا گیا اور یہاں تک لکھا گیا کہ قاتل مجرم نہ تھا پھانسی کی سزا سے پہلے ہی اُس کی روح قفس عنصری سے آزاد ہوچکی تھی اور اس طرح وہ پھانسی کی ذلت انگیز سزا سے بچ گیا۔خدائے عادل نے یہ مناسب سمجھا کہ پھانسی سے پہلے ہی اس کی جان قبض کرلے‘‘۔

مرزا محمود کی دروغ گوئی:

عدالت میں مرزا محمود نے اس کے متعلق بالکل مختلف داستان بیان کی......اور کہا ’’محمد حسین کے قاتل کی عزت افزائی اس لئے ہوئی کہ اس نے اپنے جرم پر تاسف وندامت کا اظہار کیا تھا اور اس طرح وہ گناہ سے پاک ہوچکا تھا۔‘‘لیکن دستاویز ڈی۔زیڈ (D-Z) نمبر ۴۰ اس کی تردید کرتی ہے جس سے مرزا کی ’’دلی کیفیت‘‘ کا پتا چلتا ہے۔

عدالت عالیہ کی توہین:

میں یہاں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس دستاویز کے کے مضمون سے عدالت عالیہ لاہور کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

محمد امین کا قتل:

محمد امین ایک مرزائی تھا اور ’’جماعت مرزائیہ‘‘ کا مبلغ تھا اس کو تبلیغ کے لئے ’’بخارا‘‘ بھیجا گیا لیکن کسی وجہ سے بعد میں اسے اس خدمت سے علیحدہ کردیا گیا۔اس کی موت کلہاڑی کی ایک ضرب سے ہوئی جو چودھری ’’فتح محمد‘‘ گواہ صفائی نمبر ۲۱ نے لگائی۔عدالت ماتحت نے اس معاملہ پر سرسری نگاہ ڈالی لیکن یہ زیادہ غور وتوجہ کا محتاج ہے۔محمد امین پر مرزا کا عتاب نازل ہوچکا تھا اور اس لئے مرزائیوں کی نظر میں وہ مؤقر ومقتدر نہیں رہا تھا اُس کی موت کے واقعات خواہ کچھ

ہوں؟ اس میں کلام نہیں کہ محمد امین تشدد کا شکار ہوا اور کلہاڑی کی ضرب سے قتل کیا گیا۔ پولیس میں وقوعہ کی اطلاع پہنچی لیکن کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی۔ اس بات پر زور دینا فضول ہے کہ ''قاتل نے حفاظت خود اختیاری'' میں محمد امین کو کلہاڑی کی ضرب لگائی اور یہ فیصلہ کرنا اُس عدالت کا کام ہے جو مقدمۂ قتل کی سماعت کرے۔ چودھری فتح محمد کا عدالت میں بہ اقرار صالح یہ بیان کرنا تعجب انگیز ہے کہ اس نے محمد امین کو قتل کیا''۔ مگر پولیس اس معاملہ میں کچھ نہ کر سکی جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ''مرزائیوں کی طاقت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ گواہ سامنے آ کر سچ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا''۔ ہمارے سامنے عبدالکریم کے مکان کا واقعہ بھی ہے کہ عبدالکریم کو قادیان سے خارج کرنے کے بعد اُس کا مکان نذر آتش کر دیا گیا، اور قادیان کی ''سمال کمیٹی'' نے حکم کر کے نیم قانونی طور پر اُسے گرانے کی کوشش کی۔

قادیان کی صورتِ حال اور مرزائی وشنام طرازی:

یہ افسوسناک واقعات اس بات کی ''منہ بولتی شہادت'' ہیں کہ قادیان میں ''قانون کا احترام'' بالکل اُٹھ چکا تھا۔ آتش زنی اور قتل تک کے واقعات ہوتے تھے۔ مرزا کروڑوں مسلمانوں کو جو اُس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید وشنام طرازی کا نشانہ بنانا۔ اس کی تصانیف ''اُسقف اعظم کے اخلاق'' کا ''انوکھا مظاہرہ'' ہیں جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا؟ بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور ''مسیح ثانی'' ہونے کا مدعی تھی۔

حکومت مفلوج ہو چکی تھی:

معلوم ہوتا ہے قادیانیت کے مقابلہ میں حکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہو چکے تھے۔ دینی و دنیوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے
پاس کئی مرتبہ شکایات پیش ہوئی لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔ مثل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں لیکن یہاں اُن کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے، اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ: ''قادیان میں جور وستم رانی کا دور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات عائد کئے گئے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔

تبلیغ کانفرنس کا مقصد:

ان کارروائیوں کے سد باب کے لئے اور مسلمانوں میں زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے ''تبلیغ کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ قادیانیوں نے اُس کے انعقاد کو بدنظر ناپسندیدگی دیکھا اور اُسے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے ایک شخص ''ایشر سنگھ'' نامی کی زمین حاصل کی گئی تھی۔ قادیانیوں نے اس پر قبضہ کر کے دیوار کھینچ دی اور اس طرح احرار اس قطعۂ زمین سے محروم ہو گئے جو قادیان میں اُنہیں مل سکتا تھا مجبوراً اُنہوں نے قادیان سے ایک میل کے فاصلہ پر اپنا اجلاس منعقد کیا۔ دیوار کا کھینچا جانا اس حقیقت پر مشعر ہے کہ اس وقت فریقین کے تعلقات میں کتنی کشیدگی تھی اور قادیانیوں کی شورہ پشی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی؟ کہ وہ اپنی دست درازی کے قانونی نتائج سے اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے تھے۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مقناطیسی جذب:

بہر حال کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت کے لئے اپیلانٹ کو کہا گیا۔ وہ بلند پایہ خطیب ہے اور اس کی تقریر میں بھی ''مقناطیسی جذب'' موجود ہے اس نے اس اجلاس میں ایک جوش انگیز خطبہ دیا۔ اس کی تقریر کئی گھنٹوں تک جاری رہی۔ بتایا گیا ہے کہ حاضرین تقریر کے دوران بالکل مسحور تھے۔ اپیلانٹ نے اس تقریر میں اپنے خیالات ذرہ وضاحت سے بیان کئے اور اُس کے دل میں مرزا اور اُس کے معتقدین کے خلاف نفرت کے (جو) جذبات موجزن تھے اُن پر پردہ ڈالنے کی اُس نے کوئی کوشش نہیں کی۔ تقریر پر اور اخبارات میں اعتراض ہوا۔ معاملہ ''حکومت پنجاب'' کے سامنے پیش ہوا جس نے عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف مقدمہ چلانے کی اجازت دے دی۔

تقریر پر اعتراض:

اپیلانٹ کے خلاف جو الزام ہے اُس کے ضمن میں اس تقریر کے سات اقتباسات ذیل ہیں جنہیں قابل گرفت ٹھہرایا گیا ہے وہ اقتباسات یہ ہیں:

۱...... ''فرعونی تخت اُلٹا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ تخت نہیں رہے گا''۔

۲...... ''وہ ''نبی کا بیٹا'' ہے میں ''نبی کا نواسہ'' ہوں وہ آئے تم سب چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ وہ مجھ سے اُردو، پنجابی، فارسی میں ہر معاملہ میں بحث کرے۔ یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائے گا وہ پردہ سے باہر آئے۔ نقاب اُٹھائے کشتی لڑے۔ ''مولیٰ علی''۔ کے جوہر دیکھے، وہ ہر رنگ میں آئے وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے۔ میں ننگے پاؤں وہ ریشم پہن کر آئے میں گاندھی جی کی کھلڑی ''کھدّر شریف'' وہ زعفر کباب۔ یاقوتیاں اور پلومر کی نک وائن اپنے ابا کی سنت کے مطابق کھا کر آئے اور میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق ''جو کی روٹی''۔ کھا کر آؤں؟''

۳...... ''یہ ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں یہ برطانیہ کے دُم کٹے کتے ہیں''۔ وہ خوشامد اور برطانیہ کے بوٹ کی ٹو صاف کرتا ہے۔ میں تکبر سے نہیں کہتا بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو اکیلا چھوڑ دو پھر میرے اور بشیر کے ہاتھ دیکھو کیا کروں؟ لفظ تبلیغ نے ہمیں مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ یہ اجتماع سیاسی اجتماع نہیں ہے۔ مرزائیو! اگر باگیں ڈھیلی ہوتیں؟ میں کہتا ہوں اب بھی ہوش میں آ ؤ، تمہاری طاقت اتنی بھی نہیں جتنی پیشاب کی جھاگ ہوتی ہے''۔

۴...... ''جو پانچویں جماعت میں فیل ہوتے ہیں وہ نبی بن جاتے ہیں ہندوستان میں ایک مثال موجود ہے کہ جو فیل ہوا نبی بن گیا''۔

۵...... ''او مسیح کی بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے کر دینا ہے''۔

۶...... ''او مرزائیو! اپنی ''نبوت'' کا نقشہ دیکھا؟ اگر تم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو نبوت کی لاج تو رکھتے؟''۔

۷...... ''اگر تم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو انگریزوں کے کتے تو نہ بنتے؟''

مرافعہ گزار نے ماتحت عدالت میں بیان کیا کہ اس کی تقریر درست طور پر قلم بند نہیں کی گئی۔ جملہ نمبر ۵ کے متعلق اس نے بصراحت کہا ہے کہ وہ اس کی زبان سے نہیں نکلا، اگرچہ اس نے تسلیم کیا کہ ''باقی جملوں کا مضمون میرا ہے'' لیکن ساتھ ہی اُس نے یہ کہا کہ ''عبارت غلط ہے''۔ عدالت ماتحت نے قرار دیا کہ ایک جملہ کی رپورٹ غلط ہے اور اُس کے سلسلہ میں مرافعہ گزار کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا لہٰذا مرافعہ گزار کی سزایابی کا دارومدار دوسرے فقروں پر ہے مرافعہ گزار کے وکیل نے تسلیم کیا کہ فقرات نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۶، نمبر ۷ مرافعہ گزار نے کہے اب میرے سامنے یہ امر فیصلہ طلب ہے کہ کیا یہ چھے جملے جو مرافعہ گزار نے کہے نمبر ۱۵۳ الف کے ماتحت قابل گرفت ہیں؟ اور یہ کہ یہ الفاظ کہنے سے مرافعہ گزار کس جرم کا مرتکب ہوا ہے؟

عدالت کا استدلال:

میں نے اس سے قبل وہ حالات و واقعات بہ تفصیل بیان کر دیئے ہیں جن کے ماتحت تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی۔ مرافعہ گزار نے بہت سی تحریری شہادتوں کی بنا پر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ''مرزا اور اس کے مقلدین کے ظلم و ستم پر جائز تنقید کے سوا اس کا کچھ مقصد نہیں تھا''۔ اُس کا بیان ہے کہ ''اس کی تقریر کا مدار سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگانا اور مرزائیوں کے افعال ذمیمہ کا بھانڈا پھوڑنا تھا''۔ اس نے اپنی تقریر میں جا بجا مرزا محمود کے ظلم و تشدد پر روشنی ڈالی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ''جو مسلمان مرزا کی نبوت سے انکار کرنے اور اُس کے خانہ ساز اقتدار کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے ''مورد آفات و بلیات'' ہیں اُن کی شکایات رفع کی جائیں''۔ میں نے قادیان کے حالات کی روشنی میں مرافعہ گزار کی تقریر پر غور کیا ہے۔ مجھے بتلایا گیا کہ یہ تقریر مسلمانوں کی اُن سے صلح کا پیغام تھی۔ لیکن اس تقریر کے سرسری مطالعہ سے ہر معقول شخص اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ''اعلان صلح'' کے بجائے یہ ''دعوت نبرد آزمائی'' ہے ممکن ہے مرافعہ گزار نے قانون کی حدود کے اندر رہنے کی کوشش کی ہو؟ لیکن جوش خطابت و طلاقت میں وہ اُن امتناعی حدود سے آگے نکل گیا ہے اور ایسی باتیں کر گیا ہے جو سامعین کے دلوں میں مرزائیوں کے

خلاف نفرت کے جذبات کے سوا اور کوئی اثر پیدا نہیں کرسکتیں؟''روما'' کے ''مارک انٹونی'' کی طرح مرافعہ گزار نے یہ اعلان تو کردیا کہ ''وہ احمدیوں سے طرح آویزش نہیں ڈالنا چاہتا''۔لیکن ''صلح کا یہ پیغام'' ایسی گالیوں سے پر ہے جن کا مقصد سامعین کے دلوں میں احمدیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا؟۔

تنقید کے جائز حدود:

اس میں کلام نہیں کہ مرافعہ گزار کی تقریر کے بعض حصص مرزا کے افعال کی جائز تنقید پر مشتمل ہیں ''غریب شاہ'' کو زدوکوب کرنے کا واقعہ! محمد حسین اور محمد امین کے واقعات قتل! اور مرزا کے جبر و تشدد کے بعض دوسرے واقعات جن کا حوالہ دیا گیا ہے ایسے ہیں جن پر تنقید کرنے کا ہر سچے مسلمان کو حق ہے نیز اس تقریر کے دوران میں اُن توہین آمیز الفاظ کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو قادیانی ''پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کرتے رہتے ہیں اور جو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔

مرزائی اور مسلمان:

مسلمانوں کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ''خاتم المرسلین'' ہیں لیکن مرزائیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بُروز میں کئی نبی مبعوث ہوسکتے ہیں اور وہ سب '' مھبط وحی '' ہوسکتے ہیں، نیز یہ کہ مرزا غلام احمد نبی اور مسیح ثانی ہیں''۔اس حد تک مرافعہ گزار کی تقریر قانون کی زد سے باہر ہے لیکن جب وہ دُشنام طرازی پر آتا ہے اور مرزائیوں کو ایسے ایسے ناموں سے پکارتا ہے جنہیں سننا بھی کوئی آدمی گوارا نہیں کرسکتا تو وہ جائز حدود سے تجاوز کرجاتا ہے اور خواہ اُس نے یہ باتیں جوش فصاحت میں کہیں؟ یا دیدہ ودانستہ کہیں؟ انہیں قانون نظر انداز نہیں کرسکتا۔

تقریر کے اثرات:

مرافعہ گزار کو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ اس کے سامعین میں اکثریت جاہل دیہاتیوں کی تھی نیز یہ کہ اس قسم کی تقریر اُن کے دلوں میں نفرت وعناد کے جذبات پیدا کرے گی۔ واقعات مظہر ہیں کہ تقریر نے سامعین پر ایسا ہی اثر ڈالا اور مقرر کی لسّانی سے متاثر ہو کر اُنہوں نے کئی بار جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سامعین نے اُس وقت کیوں مرزائیوں کے خلاف کوئی متشددانہ اقدام نہ کیا..........؟ اگرچہ فریقین کے تعلقات عرصہ سے اچھے نہ تھے مگر اس تقریر نے راکھ میں دبے ہوئے شعلوں کو بھڑکایا۔

تقریر کی قابل اعتراض نوعیتہ:

''فرد جرم'' میں جن سات (7) فقروں کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے ان میں سے تیسرا اور ساتواں سب سے زیادہ قابل اعتراض ہے۔ان میں اپیلانٹ نے مرزائیوں کو ''برطانیہ کے دم کٹے کتے'' کہا ہے میرے نزدیک دوسرے حصص دفعہ نمبر ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے تحت قابل گرفت نہیں ہیں؟ پہلا حصہ یعنی ''فرعونی تخت اُلٹا جارہا ہے''۔ کے متعلق یہ امر قابل ذکر ہے کہ ''مرزائے اول'' نے اپنے مریدوں میں سے ایک کے نام چٹھی لکھی تھی جس میں اُن کی خوراک کی یہ تمام تفصیلات درج تھیں یہ خطوط کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں اور اُن کے مجموعہ کا ایک نسخہ اس مثل میں بھی شامل ہے۔

شراب اور مرزا:

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ''ایک ٹانک'' استعمال کرتا تھا جس کا نام ''پلومر کی شراب'' تھا ایک موقع پر اُس نے اپنے مریدوں میں سے ایک کو لکھا کہ ''پلومر کی شراب'' لاہور سے خرید کر مجھے بھیجئے'' پھر دوسرے خطوط میں ''یاقوتی'' کا تذکرہ ہے مرزا محمود نے خود اعتراف کیا ہے کہ ''اُس کے باپ نے ایک دفعہ پلومر کی شراب دواً استعمال کی''۔ چنانچہ میرے نزدیک یہ حصہ بھی قابل اعتراض نہیں۔ چوتھے حصہ میں مرزا غلام احمد کے امتحان میں ناکام ہونے کا تذکرہ ہے۔ چھٹے حصہ میں مرزا پر ''لابہ گوئی'' اور ''کاسہ لیسی''۔ کا الزام لگایا گیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''چاپلوسی اور لابہ گوئی پیغمبر کی شان کے خلاف ہے''۔

عدالت کا تبصرہ:

میرے خیال میں تیسرے اور ساتویں کے سوا کوئی حصہ تقریر کا قابل اعتراض نہیں۔ اُس کا یہ مقصد نہیں کہ مرافعہ گزار کی تمام تقریر میں صرف دو حصے قابل اعتراض ہیں؟ تقریر کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مرافعہ گزار مرزائیوں کے ''افعال شنیعہ'' کی دھجیاں بکھیرنا چاہتا تھا؟ یہ امر کہ سامعین اس تقریر سے متاثر ہوکر ''امن شکنی'' پر کیوں نہ اُتر آئے؟ اُس کے جرم کو ہلکا کرنے کا مؤجب ہوسکتا ہے۔ مجھے اس میں کلام نہیں کہ اپیلانٹ مرزائیوں پر تنقید کرنے میں حق بہ جانب تھا لیکن وہ اس حق کو استعمال کرنے میں جائز حدود سے تجاویز کر گیا اور تقریر کے قانون نتائج بھگتنے کا سزاوار بن گیا۔ مرافعہ گزار کے اس فعل کی مدح و ثناء کرنا آسان ہے؟ لیکن ایسے حالات میں جہاں جذبات میں پہلے ہی ہیجان واشتعال ہو اس قسم کی تقریر کرنا جلتی پر تیل ڈالنے کی مترادف ہے؟ اور اگرچہ مرافعہ گزار نے صرف ایک ''اصطلاحی جرم'' کا ارتکاب کیا ہے؟ لیکن قانون کا احترام از قبیل لوازم ہے۔

فیصلہ نومبر ۱۹۳۵:

مقدمہ کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنے اور سامعین پر مرافعہ گزار کی تقریر کے اثرات کا اندازہ کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ''مرافعہ گزار تعزیرات ہند کی دفعہ نمبر ۱۵۳ کے تحت جرم کا مرتکب ہوا ہے اور اُس کی سزا قائم رہنی چاہیے مگر سزا کی سختی ونرمی کا اندازہ کرتے وقت واقعات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے جو قادیان میں رونما ہوئے نیز یہ بات نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں کہ مرزا نے خود مسلمانوں کو'' کافر، سؤر اور اُن کی ''عورتوں کو کتیوں'' کا خطاب دے کر اُن کے جذبات کو بھڑکایا ہے؟ میرا خیال یہی ہے کہ اپیلانٹ کا جرم محض اصطلاحی تھا چنانچہ میں اس کی سزا کو کم کر کے اُسے تا اختتام عدالت قید محض کی سزا دیتا ہوں۔ (دستخط: جی۔ڈی کھوسلا: سیشن جج، گورداسپور، ۶رجون ۱۹۳۵ء)

ماخوذ: از مشاہدات قادیان، مولانا عنایت اللہ چشتی، ناشر مکتبہ مُعاویہ، ملتان